قول حسن اور اعلیٰ کردار کے حامل داعی الی اللہ کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸؍ستمبر ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ چند سالوں سے میں جہاں جماعت احمدیہ کو دعوت الی اللہ کی طرف مسلسل توجہ دلا رہا ہوں وہاں ساتھ ہی اس بات پر بھی زور دیتا چلا آرہا ہوں کہ اپنے کردار کو عظیم بنانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ قرآن کریم سے متعدد جگہ یہ واضح ہدایت ملتی ہے کہ جب تک کردار میں عظمت نہ ہو نہ بات میں عظمت پیدا ہوسکتی ہے نہ دعا میں عظمت پیدا ہوسکتی ہے۔ ایک جگہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمہاری دعا آسمان کی طرف رفعت اختیار نہیں کرسکتی، آسمان کی طرف بلند نہیں ہوسکتی جب تک تمہارا کردار اسے بلند نہ کر رہا ہو۔ اس میں قبولیت دعا کا ایک بہت گہرا راز ہے اور دوسری جگہ ایک موقع پر یہ فرمایا کہ قول حسن بہت چیز ہے اس کے بغیر دعوت الی اللہ ممکن نہیں مگر شرط یہ ہے کہ ساتھ عمل اچھے ہوں۔

تو درحقیقت یہ دونوں مضمون ایک ہی مرکزی فلسفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی دعا میں بھی خدا بھی بات اسی وقت سنتا ہے جب اس کے پیچھے عظمت کردار موجود ہو اور اس کے بغیر دعا میں طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ تو بندے کیسے تمہاری بات سن لیں گے جو خدا کی نسبت کم رؤف و رحیم ہیں، کم توجہ کرنے والے ہیں۔ خدا کی نسبت بہت ہی کم یعنی کوئی نسبت ہی نہیں درحقیقت۔ تمہاری غلطیوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بعض کمزوروں کی دعا بھی سن لیتا ہے، بعض دفعہ بدکرداروں کی

دعا بھی سن لیتا ہے لیکن بندوں میں یہ بات کم دکھائی دیتی ہے۔خود ان کا کیسا بھی کردار ہو اگر کسی اچھے کام کی طرف بلانے والے میں معمولی سا نقص بھی پائیں تو اکثر وہ اس نقص کو ابھار کر پیش کرتے ہیں اور اس کی ساری اچھی باتوں کو اس وجہ سے رد کر دیتے ہیں کہ کہنے والے کے اندر یہ خرابی موجود ہے۔

تو قرآن کریم سے جب یہ پتا چلا کہ دعا کا بھی بنیادی طور پر عظمت کردار سے تعلق ہے اور استثنائی طور پر تو خدا کی رحمت لامحدود ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جب چاہے جس کی چاہے دعا سن لے یہ اس کی نفی نہیں ہو رہی مگر بندے بالعموم زیادہ سخت دل ہوتے ہیں، زیادہ تنقید کرنے والے ہوتے ہیں اور ان پر وہی اچھا قول اثر کرتا ہے جس کے ساتھ عظمت کردار موجود ہو۔**اس لئے مبلغ بننے کے لئے جماعت کو اپنے کردار کو بلند کرنے کی نہایت ضرورت ہے** اور جہاں دعوت الی اللہ کے وعدے ملتے ہیں وہاں مجھے یہی فکر شروع ہو جاتی ہے کہ دعوت الی اللہ کرنے والوں نے اپنے اندر کوئی پاک تبدیلی پیدا بھی کی ہے کہ نہیں۔ جہاں کرتے ہیں وہاں پھل لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جہاں اس ضمن میں کوئی مؤثر اقدام نہیں ہوتا نہ جماعت کی انتظامیہ کی طرف سے نہ انفرادی طور پر وہاں فہرستیں تو بن جاتی ہیں مگر ان کو پھل نہیں لگتا۔

اس معاملے کی اہمیت کا ایک مشاہدہ میں نے اپنے گزشتہ سفر ویلز میں کیا۔ ویلز میں چند دن کے لئے گیا تھا وہاں جماعت نے علاقے کے معززین کو سوال و جواب کی مجلس کے لئے بلایا ہوا تھا۔ میرے ساتھ بائیں ہاتھ وہاں کے شہر کے ایک بہت ہی ہر دلعزیز دوست اور مئیر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ نے جو گزشتہ دفعہ یہاں تقریب منعقد کروائی تھی جس میں قرآن کریم کے ویلش ترجمہ کی نقاب کشائی کی گئی تھی اس میں ایک لمبا سا آدمی جو انگریز تھا اور Yorkshire کی طرف سے آیا تھا وہ کون تھا۔ میں نے ان کو بتایا کہ وہ نعمان نیومین ہیں اور ویلز سے ہی تعلق رکھتے ہیں ۔ویلش احمدی ہیں اور غالباً اس لحاظ سے تاریخی حیثیت رکھتے ہیں کہ پہلے ویلش احمدی ہیں۔ تو اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک وہ مجھے بار بار یہی کہتا رہا کہ اس شخص کے چہرے پر ایک ایسی صداقت تھی اور اس صداقت کا ایک ایسا گہرا اثر میرے دل پر پڑ رہا تھا کہ اس سے باتیں کرتے کرتے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص سچا ہے اور جو بات کہہ رہا ہے اس میں دھوکا نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا میرے دل پر اتنا گہرا اثر چھوڑا ہے اس شخص نے حالانکہ تھوڑی باتیں ہوئیں لیکن میں نے جب ان کی چال ڈھال

دیکھی، ان کی باتوں کی طرز دیکھی، ان کی آنکھوں کے اندر روشنی پائی تو مجھے وہ سرتاپا سچائی دکھائی دیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت سے لے کر اب تک میں ہر مجلس میں یہ کہتا ہوں کہ تم جو بعض مسلمان ممالک کے رویے کے نتیجے میں اسلام Condemn کرتے ہو یہ درست نہیں ہے۔ اس نے کہا میں ان کو کہتا ہوں کہ میں نے ایسے مسلمان دیکھیں ہیں جن سے تم سبق سیکھ سکتے ہو۔ جو کردار اور اخلاق میں ایک معیار ہیں اور ایک نمونہ ہیں۔ اس لئے سنجیدگی سے اسلام کی تحقیق کی طرف توجہ کرو اور تمہیں اس میں بہت سی سچی باتیں دکھائی دیں گی۔

پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ جو کتابیں مجھے دی گئی تھیں میں ان کا مطالعہ کر رہا ہوں اور آئندہ بھی میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں دلچسپی لوں گا۔ باوجود اس کے کہ میرا سیاسی کردار مجروح ہو رہا ہے اور لوگ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ یہ تو مسلمانوں کی طرف مائل ہو گیا ہے اور باوجود اس کے کہ بعض لوگ یہاں ایسے جاہل ہیں کہ جب میں ان کو سمجھاتا ہوں تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ تم Devil کے اثر کے نیچے آ گئے ہو لیکن میں ان کو کہتا ہوں تمہاری یہ جہالت اصل میں Devil کا اثر ہے کیونکہ سچائی کی تلاش کا نہ ہونا جہالت ہے اور سچائی کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا اور اس امکانی رستے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینا کہ تمہارے علاوہ بھی سچائی پائی جا سکتی ہے اس نے کہا میرے نزدیک یہ شیطانیت ہے اور واقعۃً یہ بات درست ہے۔

تو یہ جو نیک اثر اتنا اچھا چھوڑا ہمارے ایک احمدی مخلص انگریز دوست نے یہ اس شخص پر ختم نہیں ہوا جس پر یہ اثر پڑا تھا بلکہ آگے وہ اس اثر کا مشعل بردار بن گیا ہے اور با اثر ہونے کی وجہ سے خدا کے فضل سے بڑے بڑے اچھے حلقوں میں وہ باتیں پہنچ رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دوست جو اب اس مجلس میں آئے تھے ان کے اندر بھی ایک نمایاں تبدیلی میں نے دیکھی۔ دلچسپی پائی اور بھاری اکثریت نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم اس دلچسپی کو مستقل کرنا چاہتے ہیں اور یہ عارضی ملاقات نہیں ہوگی بلکہ ہم (انشاء اللہ، انشاء اللہ تو انہوں نے نہیں کہا تھا میں اپنی طرف سے داخل کر رہا ہوں کہ) ہم ضرور جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کریں گے۔ چنانچہ ایک دوست نے ہم جب دوسرے دن روانہ ہوئے ہیں تو اس رستے میں ایک جگہ تھوڑی دیر کے لئے رکے وہاں انہوں نے اپنے احمدی دوست کو کہا ہوا تھا کہ جب وہ آئیں تو مجھے ضرور ملائیں میں نے ساتھ تصویر بھی کھنچوانی

ہے اور باتیں بھی کرنی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسی قسم کے نیک خیالات کا اظہار کیا۔

تو جماعت کے لئے جو دلچسپی پیدا ہو رہی ہے وہ اسلام کے لئے ایک عظیم دروازہ کھل رہا ہے اور یہی وہ رستہ ہے جس سے لوگوں نے دراصل اسلام میں داخل ہونا ہے۔ ارد گرد دیواریں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ بہت سے مسلمان ممالک نے اپنے جاہلانہ رویے کے نتیجے میں اسلام کو بدنام کیا ہے اور جگہ جگہ ان رستوں کو بند کر دیا گیا ہے جن رستوں سے لوگ اسلام میں داخل ہو سکتے تھے۔ اس لئے اب دروازہ اگر کوئی ہے تو جماعت احمدیہ کا دروازہ ہے۔ لیکن اس دروازے کو وسیع کرنا یہ بنیادی مسئلہ ہے اور یہ دروازہ اس طرح تو نہیں ہے جس طرح ہماری اس مجلس کے سامنے دروازہ ہے یا آپ کے گھروں کے دروازے ہوتے ہیں۔ یہ ایک تمثیلی دروازہ ہے جو وسعت اختیار کر سکتا ہے اور یہ وسعت احمدیوں نے اپنے عظمت کردار کے ذریعے پیدا کرنی ہے ورنہ یہ دروازہ تنگ رہے گا اور کھلے گا نہیں۔ ایک نعمان کی ضرورت نہیں ہے لاکھوں کروڑوں نعمانوں کی ضرورت ہے جو مختلف ملکوں میں پیدا ہوں اور اپنی عظمت کردار کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کریں اور ان کے دل کے رستے سے لوگ پھر اسلام میں داخل ہونا شروع ہوں۔ ان کی آنکھوں کی راہوں سے وہ اسلام کے حسن کا مطالعہ کریں۔ اس نقطہ نگاہ سے داعین الی اللہ کی ضرورت کی شدت محسوس ہو رہی ہے مگر اس نوع کے داعی الی اللہ جن کا میں بیان کر رہا ہوں کہ ان کے ساتھ ان کے کردار میں ایک حسن اور کشش ہو۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کردار ٹھیک ہے۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں، ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم کسی کا حق نہیں مارتے اور یہی تبلیغ ہے لیکن یہ غلط فہمی میں دور کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے عظمت کردار کی اہمیت بیان کرنے کے باوجود قول حسن کو پہلے رکھا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (حم السجدہ: ۳۴)

اور گونگی شرافت کا نام نہیں لیا اور انبیاء کی تاریخ جو ہمارے سامنے پیش کی ہے اس میں کہیں بھی گونگی شرافت دکھائی نہیں دیتی بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ شرافت کو دیکھ کر اگر وہ گونگی ہو تو مخالفت ختم ہو جایا کرتی ہے اور لوگ یہ اصرار کرتے ہیں کہ تم شریفانہ زندگی بسر کرو لیکن منہ سے کچھ نہ بولو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ تو دعوت الی اللہ محض عظمت کردار سے نہیں ہوا کرتی اس کے لئے زبان کا حرکت میں آنا بہت ضروری ہے اور اس کے نتیجے میں شرافت کے باوجود پھر مخالفتیں پیدا ہوتی ہیں لیکن جو

شریف دل ہیں ان کو شرافت جیت لیتی ہے جو بدکردار لوگ ہیں یا کجی رکھنے والے لوگ ہیں وہ اپنے دل کے مرض کا شکار ہو جایا کرتے ہیں لیکن بنیادی بات یہی ہے کہ ایسے داعیین الی اللہ کی ضرورت ہے جن کی زبان بھی قول حسن پر قائم رہے اور قول حسن کی تعریف میں پہلے بارہا کر چکا ہوں۔ اس میں دلیل کی بات نہیں ہے صرف اس میں حسن کلام کی بات ہے یعنی ایسے رنگ میں بات کی جائے جس میں دلکشی پائی جائے۔ پس بات کے انداز میں دلکشی ہو اور کردار اعلیٰ اور مضبوط ہو اور کردار لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والا ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

یہ دو شرطیں خدا تعالیٰ نے لگا دی ہیں اس کے بعد فرمایا ہے کہ جاؤ میدان میں کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی۔ وہ جو تمہاری جان کے دشمن ہیں یہاں تک یہ آیت فرماتی ہے آگے جا کے وہ جاں نثار دوست بن جائیں گے لیکن ایک اور شرط ساتھ یہ لگائی کہ صبر بھی ساتھ رکھنا وہ لوگ جو صبر کے ساتھ ان باتوں پہ قائم رہیں گے یعنی قول حسن کے ذریعے خوبصورت کلام کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے رہیں گے اور ان کا کردار ان کے کلام کو جھٹلانے والا نہیں بلکہ تقویت دینے والا ہوگا ان کو یہ خوشخبری ہے کہ اگر وہ صبر کے ساتھ استقامت کے ساتھ اس طریق پر کارگر ہوں تو ان کے لئے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اور دشمنی کا ذکر ضرور فرمایا کہ قول حسن اور اعلیٰ کردار کے باوجود دشمنی ہوا کرتی ہے۔ فرمایا تم اس پر قائم ہو جاؤ دشمنیاں تبدیل کرنا ہمارا کام ہے اور ہم دشمنوں کے دلوں سے رحمت کے چشمے پھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ لوگ جو تمہارے خون کے پیاسے ہیں تم پر خون نچھاور کرنے میں اپنا فخر سمجھیں گے۔ کتنا عظیم الشان پیغام ہے اور کتنے مختصر الفاظ میں خدا تعالیٰ نے اس سارے مضمون کو وہ جو ایک سمندر کی طرح ہے ایک کوزے میں بند کر دیا ہے۔

پس داعیین الی اللہ کے لئے بڑا ضروری ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے کردار کا محاسبہ کریں اور اپنے طرز کلام کا بھی محاسبہ کریں۔ بہت سے مبلغین میں نے ایسے دیکھے ہیں جو زندگیاں تبلیغ میں صرف کرتے ہیں لیکن ان کی بات کاٹنے والی ہوتی ہے۔ وہ جب آگے سے کوئی سختی کی بات سنتے ہیں یا تیزی دیکھتے ہیں تو جواب میں بھی وہ تیزی پیدا کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں دشمن کو شکست دینا ہمارا کام ہے حالانکہ دشمن کو شکست دینا ہرگز کام نہیں ہے دشمن کا دل جیتنا کام ہے۔ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (حم السجدہ: ۳۵) یہ مقصد بنا دیا ہے

خدا تعالیٰ نے تبلیغ کا اور کتنا واضح مقصد ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ پھر تم دشمن کو شکست پہ شکست دیتے چلے جاؤ گے۔ فرمایا کہ پھر یہ ہوگا اور یہ ہونا چاہئے کہ شدید دشمن بھی تمہارا محبّ اور جان نثار دوست بن جائے۔ جس کو آپ نے دوست بنانا ہو اس کو تیز کلام کے ذریعے تو دوست نہیں بنایا جا سکتا۔ گھروں میں بچوں میں میں نے دیکھا ہے جب گفتگو چلتی ہے اگر کوئی ایک بچہ دوسرے کو تیزی سے جواب دے تو وہ دوسرا اور تیزی سے جواب دیتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں ایک دوسرے کو جو ہاتھ میں آئے مارنا شروع کر دیتے ہیں۔

تو وہ لوگ جو پہلے ہی آپ کی جان کے دشمن ہیں قرآن کریم فرماتا ہے ہیں جان کے دشمن ان کے ساتھ آپ تیز کلامی سے کس طرح مقابلہ کریں گے۔ ان کے اندر جو بدر جحانات ہیں ان کو اور بھی آپ آگ لگا دیں گے۔ ان کے اندر جو مخالفتوں کا تیل ہے ان کو تیلی دکھائیں گے اس لئے قرآن کریم نے بہت ہی حسین اور بہت ہی کامل کلام فرمایا ہے۔ فرمایا یہ سب کچھ کرو مگر مقصد یہ پیش نظر رکھنا کہ تم نے دشمنوں کے دل جیتنے ہیں اور قول حسن اس تعریف کے تابع ہے۔ قول حسن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم غالب آ جاؤ بحث میں کیونکہ بحث میں غالب آنے کے نتیجے میں دل ضروری نہیں کہ جیتے جائیں بعض دفعہ مخالفتیں بڑھ جایا کرتی ہیں، بعض دفعہ دشمن چھوٹا محسوس کرتا ہے اپنے آپ کو ذلیل محسوس کرتا ہے اور ردعمل میں اور زیادہ سختی کرتا ہے۔ تو فرمایا تمہاری طرز کلام حسین ہونی چاہئے یعنی دل جیتنے والی ہو اور عمل کے متعلق تو پہلے ہی میں نے بتا دیا ہے وَعَمِلَ صَالِحًا (حم السجدہ:۳۴) جب اعمال حسین ہوں تو قول کے اندر نہ صرف یہ کہ مزید حسن پیدا ہوتا ہے بلکہ وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے بغیر حسین قول کھوکھلا ہوتا ہے اس میں جذب کی طاقت نہیں ہوتی۔

انفرادی طور پر تو ہمیں ضرورت ہے ہی لیکن اب قومی طور پر نئی صدی کے ساتھ اتنے بڑے بڑے رستے کھل رہے ہیں کہ صرف یہ سوال نہیں ہے کہ ہم اپنے دروازے کھولیں خدا تعالیٰ کی تقدیر لوگوں اور قوموں کے دلوں کے دروازے کھول رہی ہے اور بعض ایسی قوموں کی طرف سے جماعت احمدیہ کے ساتھ رابطے ہو رہے ہیں جن میں پہلے کبھی تبلیغ کے لئے کوئی دروازہ نہیں کھولا گیا تھا اور مطالبے شروع ہو گئے ہیں۔ چین کی طرف سے بجائے اس کے کہ ہماری کوششیں کارآمد ثابت ہوتیں یا بارآور ثابت ہوتیں مسلسل ایسے لوگوں کی طرف سے رابطے ہو رہے ہیں جن سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں

تھا لیکن اس کا آغاز بھی ایک اچھے احمدی کے اعلیٰ کردار کے نتیجے میں ہوا۔ ایک چینی افسر، ایک چینی سکالر باہر آئے ہوئے تھے ایک پروفیسر باہر آئے ہوئے تھے اس طرح رابطے ہوتے ہیں۔ اس نے ایک ایسے احمدی کو دیکھا جس کو اس نے مختلف پایا اور وہ ایسا احمدی تھا جس کی شرافت گونگی نہیں تھی بلکہ بولنے والا تھا۔ اس کے کردار میں دلچسپی لی اس نے زبانی اس کو بتانا شروع کیا کہ میں کیوں مختلف ہوں، ہمارا کیا اخلاقی ضابطہ ہے جس کے نتیجے میں جس کی پیروی کے نتیجے میں تم میرے اندر ایک فرق دیکھ رہے ہو۔

چنانچہ اسلام کا تعارف، احمدیت کا تعارف اور اس کے نتیجے میں ایک خاص مثال بھی میرے سامنے ہے اس نے وسیع پیمانے پر چونکہ صاحب اثر آدمی تھا چین سے رابطے شروع کئے۔ شروع میں ان رابطوں کا منفی نتیجہ نکلا اور اس کو بڑی سختی سے ہدایتیں آئیں کہ خبردار اس فرقے کے قریب نہ جانا یہ تو بڑا خطرناک فرقہ ہے اور مرتد لوگ ہیں اور جو باتیں انہوں نے سنی ہوئیں تھیں وہ دہرانی شروع کیں۔ میں نے بھی ان سے رابطہ اپنا قائم رکھا ان کو کہا کہ آپ یک طرفہ باتیں سن کر ٹھنڈے نہ ہوں دشمن یہ کیا کرتے ہیں ایسی باتیں۔ خدا تعالیٰ نے ہدایت کے رستے میں شیطان بھی لگائے ہوئے ہیں وہ آوازیں دیتے چلے جاتے ہیں کہ نہیں یہ غلط رستہ ہے ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ کان میں باتیں پھونکتے ہیں پس پردہ یا پیٹھ کے پیچھے باتیں کرتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں دوسروں سے بات کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں تم ہماری بات سنو اور سمجھ لو کہ یہ شیطانی لوگ ہیں ان کے قریب بھی نہیں جانا اس لئے آپ لٹریچر کا مطالعہ ضرور کرلیں۔ ان کو موقع دیں ہمیں بھی موقع دیں۔

چنانچہ بعض چیزیں ان کو بھجوائیں گئیں۔ انہوں نے مطالعہ کیا اور ان کے دل کی کایا پلٹ گئی انہوں نے پھر دوبارہ رابطے کئے اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان رابطوں کے نتیجے میں ان لوگوں نے بھی وہاں تحقیق کی اور ان کے بڑے بااثر رہنماؤں میں سے بعض نے ان کو لکھا ہے کہ ہم نے اب جو تحقیق کی ہے تو پتا چلا ہے کہ یہی جماعت ہے دراصل جو درحقیقت اسلام کی علمبردار ہے اور ہمیں اس تحقیق سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ یہی جماعت ہے جو امن پرست ہے اور تلوار کے ذریعے نہیں بلکہ محبت کے ذریعے اور پیغام کے ذریعے دلوں کو فتح کرنے کا شعار رکھتی ہے۔ یہ ان کا کردار ہے اس لئے ہمیں دلچسپی پیدا ہوگئی ہے اور بعض لوگ اب وہاں سے کوشش کررہے ہیں کہ جس قدر جلد موقع ملے وہ

یہاں آئیں کچھ عرصہ یہاں ٹھہریں اور جماعت کے متعلق مزید معلومات حاصل کریں۔

اسی طرح روس میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے وسیع پیمانے پر رابطوں کے دروازے کھولے جا رہے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی توفیق عطا فرما دی کہ ان قوموں کے لئے جو لٹریچر کا خلا تھا اسے پورا کرنا شروع کریں اور اس وقت ہم خدا کے فضل سے پہلے ہی اس مقام پر کھڑے ہیں کہ جب مطالبہ آئے ان کو کچھ نہ کچھ ضرور پہنچا دیں خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم ان کی زبان میں کیونکہ اس سے بہتر اور کوئی لٹریچر مہیا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام تو ہے ہی لیکن دنیا بھر کے لٹریچر میں قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں اس لئے قرآن کریم میں تو ہم خدا کے فضل سے اس معاملے میں خود کفیل ہو چکے ہیں۔ کثرت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور سٹاک میں بھی موجود ہے لیکن اس کے علاوہ بھی لٹریچر تیار کیا گیا ہے جو متفرق امور سے متعلق ان سے تعارف کروائے گا۔

تو اس ضمن میں میں آپ کو بتا رہا ہوں، متنبہ نہیں خوشخبری دے رہا ہوں کے باہر سے دروازے کھلنے شروع ہو گئے ہیں اور دیواریں ٹوٹ رہی ہیں آپ اپنے دروازوں کو کیوں تنگ رکھیں گے۔ اگر ان کھلتے ہوئے دروازوں کے مقابل پر آپ نے بھی اپنے دروازے کشادہ نہ کئے اور وسیع تر نہ کرتے چلے گئے تو پھر اسلام کے نہ پھیلنے کی ذمہ داری آپ پر ہو گی پھر آپ خدا کے سامنے ضرور جواب دہ ہوں گے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دوازے کھلنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے Contact Points زیادہ ہوں یعنی بجائے اس کے کہ ایک مبلغ یا دس یا سو مبلغ یا سو داعین الی اللہ یا ہزار داعین الی اللہ اسلام کے لئے کھلے رستے بن جائیں اور اسلام کے لئے، لوگوں کو داخل ہونے کے لئے اپنے دلوں کے راستے پیش کریں لاکھوں کی ضرورت ہے اور ہر جگہ ان رابطوں کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

اس ضمن میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی بارہا کہا ہے ہمیں ان قوموں کی طرف ان ملکوں سے باہر توجہ کرنی چاہئے۔ ملکوں کے جو دروازے کھلیں گے اور کھل رہے ہیں اللہ کے فضل سے ان سے تو ہم جماعتی اور انتظامی سطح پر رابطے کریں گے اور جہاں تک توفیق ہو گی ان رابطوں کو مؤثر بنائیں گے۔ لیکن جب میں کہتا ہوں ان قوموں کے دروازے کھل رہے ہیں تو مراد یہ ہے کہ ایسے دروازے بھی ہیں جو ان ملکوں سے باہر ہیں۔ کروڑوں چینی ہیں جو چین سے باہر زندگی بسر کر رہے ہے اور لاکھوں

روسی ہوں گے یا مشرقی کمیونسٹ دنیا کے بسنے والے لوگ لکھوکھہا ایسے ہیں جو اپنے ملکوں سے باہر زندگی بسر کر رہے ہیں اس لئے جو رجحانات وہاں پیدا ہو رہے ہیں اس سے بڑھ کر رجحانات ان ملکوں سے باہر پیدا ہونے کے عقلی امکانات ہیں۔ پہلے تو جب آپ کسی چین سے تعلق رکھنے والے چینی سے بات کرتے تھے تو یہ خوف اس کو دامن گیر ہو جاتا تھا کہ اگر یہ سچائی بھی ہے اور میں اس کو قبول بھی کرلوں تو میرا ملک اسے برداشت نہیں کرے گا۔ ایک روسی سے جب آپ بات کرتے تھے تو وہ خوفزدہ ہو جایا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کالج کے زمانے میں احمدیہ ہوسٹل کے زمانے میں نہیں اس کے بعد کی بات ہے پارٹیشن کے معاً بعد جب میں میو ہوسٹل رہتا تھا ایک روسی وفد آیا ہوا تھا۔ ہم کچھ طلبا مل کر احمدیہ لٹریچر تقسیم کرنے کے لئے ان تک پہنچے اور روسی لٹریچر تو ہمارے پاس نہیں تھا مگر انگریزی اور بعض دوسرے لٹریچر کیونکہ وہ لوگ انگریزی جانتے تھے وہ ان کو دیا تو ہم سب نے محسوس کیا کہ وہ شخص خوفزدہ ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی اس کے نائب کے طور پر تھا ہو سکتا ہے کہ وہ انٹیلی جنس کا آدمی ہو کیونکہ ان دنوں میں خصوصیت سے جب روسی وفد باہر جایا کرتے تھے تو ان کے ساتھ انٹیلی جنس آفیسر ضرور جایا کرتے تھے اب نسبتاً بہت فرق پڑ چکا ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھتا تھا اور اس کی آنکھوں میں خوف تھا اور اس نے معذرت کی کہ نہیں میں یہ قبول نہیں کر سکتا۔ اس کے مقابل پر بہت سے دوسرے تھے جنہوں نے قبول کر لیا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے رشین نے یا قبول کیا ہی نہیں تھا یا سرسری سی دلچسپی ایک آدھ چیز لی ہوگی مجھے تو یہ یاد ہے کہ قبول نہیں کیا اب وہ قبول کرتے ہیں اب مطالبے کرتے ہیں اب جہاں جہاں رشین Ambassador سے ایمبیسی سے ہمارے دوستوں نے رابطے کئے ہیں انہوں نے گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور ایک Ambassador تو نہیں تھے مگر افریقہ کے دوران ایمبیسی کے ایک سینئر افسر تھے یا Deputy Ambassador تھے ان کو پہلے ہی پہنچ چکا تھا قرآن کریم۔ انہوں نے مجھ سے بہت ہی تعریف کی یہ تو ایسا اعلیٰ درجہ کا ترجمہ ہے کہ اس سے دل پر گہرا اثر پڑتا ہے اور آپ کو اس کو روس میں پھیلانا چاہئے۔

تو روسی ہوں یا چینی ہوں یا وہ ان ملکوں کے بسنے والے جہاں تک ہماری رسائی نہیں تھی اور ابھی تک پوری طرح نہیں ہے ان کے جگر گوشے جو باہر بس رہے ہیں ان تک تو آپ کی رسائی ہو سکتی

ہے۔ بہت سے احمدیوں کو جن کو بھی توفیق ملے ان علاقوں کے باہر کے احمدیوں کو ان کو اپنا یہ مشن بنانا چاہئے کہ ہمارے ذریعے ان قوموں سے اسلام کے رابطوں میں اضافہ ہو جائے اور ہم وہ دروازہ بن جائیں جن سے یہ اسلام میں داخل ہوں۔

پس اس طرح اسلام کا دروازہ وسیع ہوگا اور جتنے احمدی زیادہ اس میں شامل ہوں گے اتنے ہی اس میں وسعت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

اس ضمن میں ایک اور بہت ضروری نصیحت یہ ہے پہلے بھی کی تھی لیکن دوست عموماً بھول جاتے ہیں اس لئے بعض نصیحتیں بار بار کرنی پڑتی ہیں۔ وہ مخلصین، وہ سعادت منداحمدی جنہوں نے توفیق پائی کہ اگلی صدی کے لئے اپنے بچے ہدیۃً اسلام کو پیش کریں وہ بار ہا مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم ان کی تربیت کس طرح کریں۔ ان کو سمجھانے کے لئے، ان کو طریقے سکھانے کے لئے، ان کی مزید راہنمائی کے لئے ایک باقاعدہ شعبہ قائم کر دیا گیا ہے اور تحریک جدید کو میں نے سمجھا دیا ہے کہ کس قسم کا لٹریچر تیار ہو، کس قسم کی تربیتی نصائح ہونی چاہئیں ماں باپ کو۔ یعنی بچوں کو تو وہ کریں گے ہم نے تو ماں باپ کو ابھی کرنی ہے اور کیا راہنمائی ہونی چاہئے وہ انشاءاللہ تعالیٰ اس کے مطابق کام شروع کر دیں گے جلد۔ پھر ان کو یہ بھی سمجھایا ہے کہ ان بچوں کے لئے اس کے دوسرے قدم کے اوپر لٹریچر تیار کرنا ہے اور مختلف زبانوں میں تیار کرنا ہے تا کہ شروع سے ہی جس رنگ میں ہم تربیت کرنا چاہتے ہیں ان کے گھروں میں وہ تربیت شروع ہو جائے۔

اس ضمن میں میں نے یہ نصیحت کی تھی کہ جن واقفین نو کی پیشکش کرنے والوں کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں ان کو کیا سکھائیں۔ بیٹیوں کے لئے وہ سہولت نہیں ہے جو بیٹوں کے لئے ہوسکتی ہے کہ میدان میں جہاں مرضی ان کو پھینک دو۔ ان کے اپنے کچھ حفاظت کے تقاضے ہیں، کچھ ان کے اپنے نوعی تقاضے ہیں جن کے پیش نظر ہم ان سے اسی طرح کام نہیں لے سکتے جس طرح ہر واقف زندگی مرد سے کام لے سکتے ہیں۔ اس لئے ان کو میں نے یہ کہا تھا کہ ایسی بچیوں کو تعلیم کے میدان میں آگے لائیں، علمی کام سکھائیں۔ علم تو بڑھانا ہی ہے لیکن علم سکھانے کا نظام جو ہے جس کو بی ایڈ یا ایم ایڈ کہا جاتا ہے۔ ایسی ڈگریاں جن میں تعلیم دینے کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے ان میں ان کو داخل کریں آئندہ بڑے ہو کر لیکن ابھی سے ان کی تربیت اس رنگ میں شروع کریں۔

پھر ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ خواتین ڈاکٹروں کو خدا تعالیٰ اگر توفیق دے تو وہ بہت بڑی خدمت کر سکتی ہیں اور بہت گہرا اثر چھوڑ سکتی ہیں اور اس رستے سے پھر وہ اسلام کے پیغام دینے میں بھی دوسروں پر فوقیت رکھتی ہیں اس لئے احمدی خواتین کو ڈاکٹر بن کر اپنی زندگیاں پیش کرنی چاہئیں یا ان بچیوں کو ڈاکٹر بنایا جائے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف نو میں پیدا ہوئی ہیں۔

اس طرح میں نے زبانوں کا کہا تھا اور جن زبانوں کی ہمیں ضرورت پڑنے والی ہے ان میں روسی اور چینی دو زبانیں خصوصیت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہیں۔ جماعت احمدیہ میں جن زبانوں میں کمی ہے ان میں ایک سپینش ہے مثلاً اس کی طرف توجہ شروع کر دی گئی ہے خدا کے فضل سے۔ فرانسیسی میں ہمارے بہت سے فرنچ سپیکنگ افریقین ممالک ہیں جہاں کثرت سے اچھی فرانسیسی بولنے والے ہمیں مہیا ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں خدا کے فضل سے لیکن چینی زبان میں اور روسی زبان میں ہم بہت کمی محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح Italian میں بھی کمی ہے مگر سب سے بڑی ضرورت اس وقت اور عظیم ضرورت چینی اور روسی زبان جاننے والے احمدیوں کی ہے۔

اس لئے جہاں نوجوان جن کو یہ سہولت حاصل ہو تعلیمی اداروں میں اس طرف توجہ کر سکیں ان کو بھی میری یہی نصیحت ہے کہ وہ توجہ کریں لیکن یہ جو نئے پیدا ہونے والے بچے ہیں ایسے ملکوں میں جہاں چینی اور روسی زبان سکھانے کی سہولتیں موجود ہوں ان کو بچپن سے ان کو سکھانا چاہئے اور ان کی ایمبیسی سے رابطہ کر کے اگر کچھ کیسٹس وغیرہ مہیا کی جاسکیں، ویڈیوز مہیا کی جاسکیں، بچوں کے چھوٹے چھوٹے رسالے، کہانیوں کی کتابیں وغیرہ یہ مہیا کی جائیں۔

تو بہت بچپن سے اگر زبان سکھائی جائے تو وہ اتنے گہرے نقش دماغ پر قائم کر دیتی ہے کہ اس کے بعد بچے اہل زبان کی طرح بول سکتے ہیں اور بڑی عمر میں سیکھی ہوئی زبان خواہ آپ کتنی محنت کریں وہ اہل زبان جیسی زبان نہیں بنتی۔ طوعی اور فطری طور پر جو ذہن سوچتا ہے وہ بچپن سے اگر سیکھی ہوئی زبان ہے تو وہ سوچ اس کی بے ساختہ ہوتی ہے، قدرتی اور طوعی ہوتی ہے لیکن اگر بعد میں زبان سیکھی جائے تو سوچ پہ کچھ نہ کچھ قدغن رہتی ہیں، کچھ نہ کچھ پابندیاں رہتی ہیں اور پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ نسبتاً تیز بڑھاتے ہیں بعض آہستہ مگر وہ جو طبعی فطری روانی ہے وہ پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اہل زبان بنانے کے لئے بہت بچپن سے زبان سکھانی پڑتی ہے۔ اگر

پنگھوڑوں میں زبان سکھائی جائے تو یہ بھی بہت اچھا ہے بلکہ سب سے اچھا ہے۔ ایسی اگر دائی مل جائے ، ایسی نرس مل جائے اور جو توفیق رکھ سکتے ہیں ایسی نرسوں کو رکھنے کی وہ رکھیں جو چینی نرس ہو تو وہ بچوں کو بچپن سے گود میں کھلاتے کھلاتے چینی زبان سکھا سکتی ہے۔ روسی زبان جاننے والی اہل زبان کوئی عورت مل جائے تو بچے اس کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔

تو یہ تو باتیں حسب توفیق ہوں گی مگر جن کو توفیق ہے ان کو چاہئے کہ وہ بہت بچپن سے اپنے بچوں کو چینی اور روسی زبان سکھانے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں میں کوئی پابندی نہیں لگا تا کہ ہمیں سو کی ضرورت ہے یا ہزار کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اتنی بڑی قومیں ہیں اور ان کو اتنی عظمت حاصل ہے اس وقت دنیا میں کہ اگر یہ دونوں قومیں مثلاً دنیاوی لحاظ سے اکٹھی ہو جائیں تو ساری دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ جائے یعنی ان کے حق میں ہو جائے اور باقی دنیا کے خلاف ہو جائے اور بہت سی بڑی بڑی سیاسی تبدیلیاں پیدا ہو جائیں۔ ان کا اس وقت الگ الگ ہونا ہی بعض قوموں کے لئے خوش قسمتی ہے اور وہ زبردستی بھی دخل اندازی کر کے اس خوش قسمتی کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض دفعہ غلطیاں کرتے ہیں اور الٹے نتیجے نکلتے ہیں۔ مگر جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں ان کے لڑنے یا نہ لڑنے ، دشمنی یا دوستی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسلام دونوں کے لئے برابر ہے اور ہم نے جو اسلام کا پیغام پہنچانا ہے اس کے لئے ہمیں زبان دانوں کی ضرورت ہے ہر قسم کی زبان دانوں کے ضرورت ہے جو تحریر کی مشق بھی رکھتے ہوں ، بولنے کی مشق بھی رکھتے ہوں ، ترجموں کی طاقت بھی رکھتے ہوں ، تصنیف کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ اس لئے جتنے بھی ہوں کم ہوں گے۔ یعنی ایک ارب کے لگ بھگ یا شاید اس سے زائد اب چین کی آبادی ہے اور روس اور روسی زبان جاننے والوں کی آبادی بھی بہت وسیع ہے۔ مجھے اس وقت پوری طرح یاد تو نہیں لیکن پچاس کروڑ سے زائد ہوں گے جو روسی زبان جاننے والے لوگ ہیں یا بولنے والے۔

اس لئے اگر سارے واقفین بھی یہ زبان سیکھ لیں تو وہ کوئی زیادہ نہیں ہوگا۔ بچوں کو بھی سکھائیں لیکن بیٹیوں کو خصوصیت سے کیونکہ علمی کام میں ہمیں واقفین بیٹیاں بہت کام آسکتی ہیں۔ انہوں نے میدان میں نہیں جانا ہوگا لیکن وہ تصانیف کریں گی ، وہ گھر بیٹھے ہر قسم کی خدمت کے کام اس طرح کر سکتی ہیں کہ اپنے خاوندوں سے ان کو الگ نہ ہونا پڑے۔ اس لئے ان کو ایسے کام سکھانے

کی خصوصیت سے ضرورت ہے۔ بچوں کو تو ہم سنبھال لیں گے۔ ہم ان کو کسی جامعہ میں داخل کریں گے کسی خاص ملک میں ان کا تعین ہوگا تو اس زبان کے اوپر ان کو ماہر بنانے کی کوشش کی جائے گی لیکن بچیوں پر ہمارا ایسا اختیار نہیں ہوسکتا۔ نہ مناسب ہے نہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس طرح بچپن میں ان کو الگ کر کے پوری طرح جماعتی نظام کے تابع کیا جائے۔

اس لئے والدین کا دخل بچیوں کے اوپر لازمی جاری رہے گا یا بعد میں ان کے خاوندوں کا۔ اس لئے اگر وہ زبانیں سیکھ لیں تو گھر بیٹھے بڑی آرام سے خدمت کر سکتی ہیں اور جب زبانیں سیکھیں تو جس وقت ان کے اندر صلاحیت پیدا ہوان کو پھر اس زبانوں میں ٹائپ کرنا بھی سکھایا جائے اوران زبانوں کا لٹریچر ان کو پڑھایا جائے۔ یہ نہ سمجھیں کہ زبان بولنا چالنا کافی ہوتا ہے یا لکھنے پڑھنے کا سلیقہ آجائے تو یہ کافی ہے۔ لٹریچر جتنا زیادہ پڑھا جائے اتنا ہی زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے پھر کثرت کے ساتھ ان کو رشیئن کلاسیکل ناول پڑھانے پڑیں گے، رشیئن کلاسیکل مضامین، کلاسیکل شعراء، ماڈرن شعراء اور یہی حال چینی زبان میں بھی ہوگا تاکہ بچپن سے ہی ان کا علمی ذخیرہ اتنا وسیع ہو جائے کہ وہ بڑی سہولت کے ساتھ، ایک فطری رو کے ساتھ از خود علمی کاموں میں آگے بڑھتے چلے جائیں۔

تو میں امید رکھتا ہوں کہ واقفین زندگی اس پیغام کو اچھی طرح ذہن نشین کریں گے اور آخری بات یہی ہے پھر بھی کہ اس کے ساتھ ان کی عظمت کردار کے لئے ابھی سے کوشش شروع کر دیں۔ بچپن میں کردار بنائے جاتے ہیں دراصل۔ اگر تاخیر ہو جائے تو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ وہ محاورہ ہے کہ لوہا گرم ہوتو اس کو موڑ لینا چاہئے لیکن یہ جو بچپن کا لوہا ہے یہ خدا تعالیٰ ایک لمبے عرصے تک نرم ہی رکھتا ہے اوراس نرمی کی حالت میں اس پر جو نقوش آپ قائم کر دیتے ہیں وہ دائمی ہو جایا کرتے ہیں۔ **اس لئے یہ وقت ہے تربیت کا اور تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو نہیں لیں گے۔** یہ دونسلوں کے رابطے کے وقت ایک ایسا اصول ہے جس کو بھلانے کے نتیجے میں قومیں ہلاک بھی ہوسکتی ہیں اور یاد رکھنے کے نتیجے میں ترقی بھی کرسکتی ہیں۔ ایک نسل اگلی نسل پر جو اثر چھوڑا کرتی ہے اس میں عموماً یہ اصول کارفرما ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کی کمزوریوں کو

پکڑنے میں تیزی کرتے ہیں اوران کی باتوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اگر باتیں عظیم کردار کی ہوں اور بیچ میں سے کمزوری ہو تو بچہ بیچ کی کمزوری کو پکڑے گا۔

اس لئے یادرکھیں کہ بچوں کی تربیت کے لئے آپ کو اپنی تربیت ضرور کرنی ہوگی۔ ان بچوں کو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بچو! تم سچ بولا کرو تم نے مبلغ بننا ہے، تم بددیانتی نہ کیا کرو تم نے مبلغ بننا ہے، تم غیبت نہ کیا کرو، تم لڑا جھگڑا نہ کرو اور یہ باتیں کرنے کے بعد پھر ماں باپ ایسا لڑیں جھگڑیں، پھر ایسی مغلظات بکیں ایک دوسرے کے خلاف، ایسی بےعزتیاں کریں پھر وہ کہیں کہ بچے کو تو ہم نے نصیحت کردی ہے اب ہم اپنی زندگی بسر کررہے ہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ جوان کی اپنی زندگی ہے وہی بچے کی بنے گی۔ جو فرضی زندگی انہوں نے بنائی ہوئی ہے کہ بچہ یہ کرو، بچے کو کوڑی کی بھی اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ ایسے ماں باپ جو جھوٹ بولتے ہیں وہ لاکھ بچے کو کہیں کہ جب تم جھوٹ بولتے ہو ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے تم خدا کے لئے سچ بولا کرو سچائی میں زندگی ہے۔ وہ بچہ کہتا ہے ٹھیک ہے یہ بات لیکن اندر سے وہ سمجھتا ہے کہ ماں باپ جھوٹے ہیں اور وہ ضرور جھوٹ بولے گا۔

اس لئے دونسلوں کے جوڑ کے وقت یہ اصول کارفرما ہوتا ہے اوراس کو نظرانداز کرنے کے نتیجے میں آپس میں خلا پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن یورپین ممالک میں میں نے سفر کیا ہر ایک یہ شکایت کرتا ہے کہ ہماری نسل اور اگلی نسل کے درمیان ایک خلا پیدا ہو گیا ہے اور میں ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ خلا تم نے پیدا کیا ہے۔ تم نے زبانی طور پر ان کو اعلیٰ اخلاق سکھانے کی کوشش کی۔ تم نے زبانی طور پر ان کو اعلیٰ کردار سمجھانے کی کوشش کی۔ تم نے کہا کہ اس طرح خلط ملط نوجوانوں سے ٹھیک نہیں، اس طرح تمہیں یہ حرکتیں کرنا مناسب نہیں ہے لیکن تمہاری زندگیوں میں اندرونی طور پر انہوں نے یہی باتیں دیکھی تھیں جن کے اوپر کچھ ملمع تھا، کچھ دکھاوے کی چادریں پہنائی گئی تھیں اور درحقیقت یہ بچے جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ تم خود ان چیزوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہو اس لئے وہ وہ بنے ہیں جو تمہاری اندرونی تصویر ہے اور تم جو خلا محسوس کررہے ہو اپنی بیرونی تصویر سے محسوس کررہے ہو۔ وہ تصویر جو تم دیکھنا چاہتے تھے ان میں جو تمہارے تصور کی دنیا تھی تمہارے عمل کی دنیا بن گئی لیکن تمہارے تصور کی دنیا کی کوئی تعبیر نہیں پیدا ہوئی اس لئے تم بظاہر اس کو خلا سمجھ رہے ہو حالانکہ یہ تسلسل ہے۔ برائیوں کا تسلسل ہے جس کی چوٹیاں بلندتر ہوتی چلی جارہی ہیں یا اگر گہرائی کی اصطلاحوں میں

باتیں کریں تو قعر مذلت کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے۔

تو جماعت احمدیہ کو اگلی نسلوں کے کردار کی تعمیر میں اس اصول کو ہمیشہ یادرکھنا ہوگا ورنہ وہ ہمیشہ دھوکے میں مبتلا رہیں گے اور اگلی نسلوں سے ان کا اختیار جاتا رہے گا۔ وہ ان کی باتیں نہیں مانیں گے۔ خصوصاً واقفین نو کے بچوں پر بہت ہی گہری ذمہ داری آجاتی ہے۔ یہ پانچ ہزار یا زائد بچے جتنے بھی اس دور میں پیش ہوتے ہیں۔ انہوں نے اگلی دنیا سنبھالنی ہے۔ اگلی نسلوں کی تربیت کرنی ہے۔ نئے قوموں کے چیلنجوں کا سامنا ہے اور اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے بڑے بڑے مقابلے کرنے والے لوگ ہیں۔ بڑے بڑے معرکے سر کرنے ہیں۔ آپ اگر اس مضمون کو بھول کر عام غفلت کی حالت میں اپنی سابقہ زندگی بسر کرتے چلے جائیں گے تو آئندہ پیدا ہونے والے واقفین پر آپ کے بداثرت مترتب ہو جائیں گے اور پھر جماعت جتنا بھی کوشش کرے گی ان کی ویسی اصلاح نہیں کر سکتی۔

میں نے دیکھا ہے جامعہ میں جو بدعادتوں والے بچے آتے ہیں لاکھ زور ماریں استاد ان کی بدعادتیں کچھ نہ کچھ مدہم پڑ جاتی ہیں مگر مٹتی نہیں۔ بدعادت کو مٹانا بہت مشکل کام ہے۔ ہاں اندرونی طور پر بعض لوگوں میں ایک دم تقویٰ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے خدا کا خوف پیدا ہو جاتا ہے وہ پھر اس اندرونی طاقت کے ذریعے خدا کے فضل سے اپنی ساری بدیوں کو اتار پھینکتے ہیں لیکن اس کو انقلاب کہا جاتا ہے۔ میں اس وقت ایسے انقلاب کی بات نہیں کر رہا میں اس تربیت کے اصولوں کی بات کر رہا ہوں۔

تو جہاں تک تربیت کا تعلق ہے آپ نے اگر یہ واقفین اچھی حالت میں، سلجھی ہوئی طبیعتوں کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش کئے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس جوہر قابل سے بہت عظیم انقلابات برپا ہوں گے اور جماعت ان سے بڑے بڑے عظیم فوائد حاصل کر سکے گی لیکن اگر معمولی کجیوں والے بھی آئے تو بعض دفعہ وہ کجیاں پھر بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دیواروں میں رخنے پڑتے ہیں وہ سطحی ہوتے ہیں اور انجینئر دیکھتے ہیں کہتے ہیں کوئی خطرے کی بات نہیں۔ مگر بعض گہرے ہوتے ہیں اور وہ وقت کے ساتھ پھٹنے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر چھتیں بھی ان کی وجہ سے گر جاتی ہیں۔

تو بنیادی اخلاقی کمزوریاں ان گہرے رخنوں کے مشابہ ہوا کرتی ہیں۔ ان کو اگر ایک دفعہ آپ نے پیدا ہونے دیا تو آئندہ نسلوں کی چھتیں گرادیں گی۔ اس لئے خدا کا خوف کرتے ہوئے،

استغفار کرتے ہوئے اس مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کریں اور دلنشین کریں اور اپنے کردار میں ایک پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں تا کہ آپ کی یہ پاکیزہ تبدیلی اگلی نسلوں کی اصلاح اور ان کی روحانی ترقی کے لئے کھاد کا کام دے اور بنیادوں کا کام دیں جن پر عظیم عمارتیں تعمیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا۔

آج ہم ایک سفر پہ روانہ ہونے والے ہیں اس لئے احباب دعا میں بھی یاد رکھیں اور سفر کے پیش نظر جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز بھی جمع ہو گی۔